۱۵۰- بائیبل متی ۲۲-۲۹

۱۵۱- ایضاً ۱۵-۲۶

۱۵۲- سیرت النبی ۵:۶۲

۱۵۳- ایضاً ۵:۱۱۲

۱۵۴- البدایہ والنھایہ، ۳:۲۸۹

۱۵۵- ایضاً

۱۵۶- تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی "تمام سورتوں کا سن نزول، اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ یعنی ہر سورت کے مقدمہ میں سن لکھا ہوا ہے۔

۱۵۷- سیرت النبی، ۵:۱۷۶

۱۵۸- ایضاً ۵:۱۷۶

۱۵۹- مسند احمد، ۱:۲۶۱

۱۶۰- اصح السیر، ۴۶۲

۱۶۱- تاریخ التشریع الاسلامی" علامہ محمد خضری، صدیقی پبلیشرز، لاہور- ۱۴

۱۶۲- سورہ النساء: ۲۸

۱۶۳- سورہ بقرہ: ۱۸۵

۱۶۴- مسند احمد، امام احمد بن حنبل ۵،۲۶۶

۱۶۵- بخاری شریف، محمد بن اسماعیل، کتاب الصلواۃ

۱۶۶- ترمذی شریف، کتاب النذر والایمان

۱۶۷- بخاری شریف، کتاب النکاح

۱۶۸- سیرت النبی، ۵-۳۴۷

۱۶۹- سورہ النساء: ۹۳، سورہ مائدہ: ۳۳

۱۷۰- سورہ بقرہ: ۲۰۱

۱۷۱- سورہ مومن: ۶۰

۱۷۲- سورہ ھود: ۹۰

۱۷۳- بائیبل، احبار ۶-۷

۱۷۴- ایضاً ۱۴-۴۴

۱۷۵- ایضاً ۱۳-۴۵

۱۷۶- بائیبل متی ۹-۳۲

۱۷۷- بائیبل لوقا ۹-۱۴

۱۷۸- معارف القرآن، بذیل سورہ فاتحہ آیت:۴

۱۷۹- سورہ مائدہ:۸۶

۱۸۰- سورہ تحریم:۱۰

۱۸۱- تفسیر کبیر، امام فخرالدین رازی، بذیل آیت مندرجہ بالا۔

۱۸۲- سورہ البقرہ:۳۵

۱۸۳- سورہ البقرہ:۲۲۹

۱۸۴- معارف القرآن بذیل آیت:۳۵، سورہ البقرہ۔

آزادانہ قانون سازی کی اسلامی روایت اور امام ابو حنیفہؒ کا نمونہ عمل

تحریر: ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی' ڈین شعبہ عربی اسلامیات' علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی' اسلام آباد

تمدن کا مسلسل ارتقا اس امر کا متقاضی ہے کہ قانون سازی کے عمل میں بھی تسلسل رہے۔ دور حاضر میں قانون سازی حکومتوں کی قانون ساز مجالس کی ذمہ داری ہے۔ اگرچہ قانون ساز مجالس اپنی اپنی روایات اور ضرورتوں کے مطابق مختلف افراد اور اداروں سے تعاون حاصل کرتی ہیں لیکن ان معاون اداروں کی حیثیت بھی بالعموم سرکاری یا نیم سرکاری ہوتی ہے۔ اگر جدید مجلس قانون ساز کا مشاہدہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایوان میں سیاسی جماعتوں اور بااثر قیادت کی موجودگی کے باعث قانون سازی پر چند افراد کو تسلط حاصل ہوتا ہے۔ عام اراکین نہ تو قانونی موشگافیوں کو سمجھتے ہیں اور نہ ہی اپنے دیگر مشاغل کی وجہ سے قانون سازی میں دلچسپی لیتے ہیں۔ عام رکن بسا اوقات اجلاسوں سے غیر حاضر رہتے ہیں اس کے علاوہ سخت قسم کے پارٹی ڈسپلن کے باعث ان کی آزادی رائے کو مفلوج کر دیا جاتا ہے۔

یہ امر قابل غور ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دور عروج میں ہر شعبے میں بے پناہ اختراعات کیں لیکن سرکاری طور پر اسلامی قوانین کی تدوین کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ حضرت عثمان کے دور میں قرآن حکیم ایک قرات کے مطابق جمع کیا گیا اور بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابو بکر بن حزم کو احادیث تلاش کر کے ضبط تحریر میں لانے کا حکم دیا تھا، لیکن وہ کام مکمل نہ ہو سکا(۱)

قرآن اور حدیث دونوں کی حیثیت قوانین کے بجائے مآخذ قوانین کی ہے. جہاں تک معاملات سے متعلق قوانین کی بات ہے ان کا کوئی سرکاری مجموعہ تیار نہ ہو سکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اختلاف آراء اور اجتہاد کے باعث فتووں اور فیصلوں میں اختلاف کا سلسلہ جاری رہا.

عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور (۱۳۶-۱۵۸ھ / ۷۵۳-۷۷۴ء) کے دور میں مشہور ادیب ابن المقفع نے اس اختلاف کی طرف متوجہ کرتے ہوئے خلیفہ کو لکھا تھا کہ حیرہ (جو کوفہ سے دس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے) اور کوفہ میں ایک ہی قسم کے مقدموں میں مختلف قاضی قطعی متضاد فیصلے کرتے ہیں اور جب ان سے پوچھا جائے تو اموی دور کے کسی قاضی کے فیصلے کو بطور نظیر پیش کر دیتے ہیں. قوانین میں یکسانی کے فقدان کی وجہ سے ساری سلطنت میں انارکی پھیل گئی ہے جسے دور کرنے کے لیے ابن المقفع نے یہ مشورہ دیا کہ امیر المومنین مختلف فیصلوں اور ان کے دلائل کا ریکارڈ منگوا کر خود غور فرما کر اپنی رائے سے فیصلہ صادر کر دیں اور اسے عدالتی ضابطے کے طور پر نافذ کر دیا جائے تاکہ تمام عدالتیں اس کی پابندی کریں. (۲)

لیکن ابن المقفع کی یہ تجویز بروئے کار نہیں آسکی. البتہ ابو جعفر المنصور نے امام مالک کی فقہ کو رائج کرنے کے لیے امام صاحب کو آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے (۳)

امام مالک سے مایوس ہو کر المنصور نے سفیان ثوری کے دروازے پر دستک دی لیکن وہ حکومت کے کارندوں کو جل دے کر غائب ہو جاتے. بعد میں ہارون رشید نے ایک بار پھر امام مالک کی فقہ رائج کرنے کا ارادہ کیا لیکن امام مالک نے تعاون کرنے سے معذرت کر لی. وہاں سے مایوس ہو کر سفیان بن عیینہ سے درخواست کی گئی لیکن ان کا علمی اثاثہ جانچنے کے بعد ہارون نے بڑے افسوس سے کہا:

"سفیان پر خدا رحم کرے، ہمارے ساتھ تعاون پر آمادہ تو ہوئے مگر ان کا علم ہماری ضرورت پوری نہیں کرتا" (۴)

1. اولیں سرکاری / نیم سرکاری کوششیں - فتاوی ھندیہ

گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی میں اورنگ زیب عالمگیر نے شیخ نظام کی سربراہی میں مشاہیر علماء کی ایک کمیٹی تشکیل دی تاکہ وہ ایک ایسی جامع کتاب مدون کریں جس میں ظاہر الروایہ کے وہ تمام مسائل آجائیں جن پر علماء متفق ہیں نیز اس میں وہ نادر فیصلے بھی جمع کیے

جائیں جنہیں علماء کا حسن قبول حاصل ہوا ہو۔ یہ کتاب جسے فتاوی عالمگیریہ بھی کہتے ہیں فقہ کی متداول کتب کے اسلوب پر ہے۔ گو اسے نیم سرکاری حیثیت حاصل تھی لیکن نہ تو یہ کسی سرکاری مجموعہ قوانین کی طرح واجب العمل رہا اور نہ اسلوب و ترتیب میں یہ مجموعہ ہائے قوانین سے مشابہ ہے۔ البتہ اس میں ہر مسئلے سے متعلق مفتی بہ اقوال درج ہیں۔ (۵)

۲۔ مجلّہ الاحکام العدلیہ

سرکاری سطح پر جو نسبۃً وقیع کوشش ہمیں نظر آتی ہے وہ حکومت عثمانیہ کے مجموعہ قوانین مدنی ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' کی ہے۔ حکومت عثمانیہ نے احمد جودت پاشا ناظم محکمہ احکام عدلیہ کی زیر صدارت ایک سات رکنی مجلس قائم کی۔ مجلس نے اپنی پہلی رپورٹ (محرم ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء) صدر اعظم علی پاشا کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجلّہ کی تدوین کی غرض و غایت یوں بیان کی کہ :

'' علم فقہ ایک ناپیدا کنار سمندر ہے ، اس کی باریکیاں سمجھنے اور پیچیدگیاں حل کرنے کے لیے تبحر علمی اور مہارت تامہ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً مذہب حنفی کے بارے میں، کیوں کہ حنفی فقہ میں مجتہدین و فقہاء کی کثرت اور اختلاف اقوال کے باعث قول صحیح تک رسائی اور اس کا حالات پر انطباق دشوار کام ہے۔ یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کون سے احکام کا مدار رسم و رواج پر ہے جو تبدیل ہوتے رہتے ہیں''۔

اس پس منظر میں مجلس نے تقریباً نو سال کی محنت کے بعد ۱۲۹۳ھ میں مجلّہ کی تالیف مکمل کی جو سلطان ترکی کے حکم سے جاری کر دیا گیا۔ (۶)

کیا قانون سازی سرکاری سطح پر ہونی چاہیے ؟

لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر باقی ہے کہ کیا قانون سازی کا کام سرکاری سطح پر ہونا چاہیے یا اس کے لیے کوئی اور طریق کار اختیار کرنا چاہیے۔ قرآن حکیم نے قانون سازی کے لیے جو ہدایت دی ہے :

ولو ردوه الی الرسول والی اولی الا مر منہم لعلمه الذین
یستنبطونه منہم (۷)

''اگر وہ اپنے معاملات میں رسول خدا اور اولوالامر کی طرف مراجعت کرتے تو ان میں سے
اہل استنباط ان کے حل جان لیتے''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ مقننہ کے ارکان کے لیے اہل استنباط ہونا ضروری ہے جب کہ جمہوری نظام میں جس طرح سے نمائندگان کا انتخاب ہوتا ہے اور مقننہ تشکیل پاتی ہے اس کے ارکان کا استنباط واجتہاد کا اہل ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے ایسے ایوان نمائندگان کو قانون سازی کا اختیار دے دینا جو قرآن حکیم کی منصوص اہلیت نہ رکھتے ہوں قرآنی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا بھی غلط ہے کہ قرآن کسی فرد یا گروہ کی مستبدانہ رائے کو قانون کا درجہ دینے کو تیار ہے۔ قرآن حکیم نے اس کے ساتھ ہی شاورھم فی الامر (۸) (معاملات میں ان سے مشاورت کیا کریں) اورامرھم شوری بینہم (۹) (ان کے معاملات باہمی مشاورت سے چلتے ہیں) کے ذریعے مشاورت کو آئینی تحفظ فراہم کیا ہے گویا جب ہم ان تمام آیات کو ملا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ قانون سازی کے لیے مطلوبہ اہلیت کا حامل ہونا ضروری ہے اور قانون سازی باہمی مشاورت سے کرنی چاہیے۔

اس سلسلے میں اسلامی تاریخ کی روایات اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ایسے امور میں جن میں وحی کا نزول نہ ہوا ہو مشاورت فرماتے تھے۔ سیاسی اور ملکی معاملات میں رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام سے مشاورت کرنے کی متعدد مثالیں ادبیات سیرت میں موجود ہیں لیکن صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خالصۃ دینی اور عبادت سے متعلق امور میں بھی جب ضرورت ہوتی تو مشاورت کا طریق کار اختیار کیا جاتا تھا۔

خلفائے راشدین نے بالعموم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالخصوص مشاورت کو بہت زیادہ اہمیت دی۔ آپ ملکی، سیاسی، عمرانی، معاشرتی، معاشی بلکہ فقہی اور قانونی مسائل میں بھی بکثرت مشاورت کرتے۔ علامہ شبلی نے آپ کی تین الگ الگ مجالس مشاورت کا ذکر کیا ہے لیکن اس کے علاوہ آپ عام نمازوں کے بعد اور نماز جمعہ کے موقع پر بھی کسی پیش آمدہ مسئلہ کے حل کے لیے لوگوں سے رائے طلب کرتے۔ یہ مشاورت کوئی رسمی چیز نہیں تھی بلکہ آپ نے شوری کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ایک بار فرمایا؛

'' میں ہر گز یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہش کی پیروی کریں ۔ آپ میں سے جس کا جی چاہے مجھ سے اتفاق کرے اور جس کا جی چاہے مجھ سے اختلاف کرے'' (۱۰)

حضرت عمر کے حالات میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں کہ آپ نے کسی رائے کا اظہار کیا لیکن مشورے کے بعد اپنی رائے سے رجوع کر لیا ۔ آپ کی عظمت کردار کی دلیل یہ تھی کہ آپ اپنی کم علمی کا اعتراف فرماتے اور مشورہ دینے والے کی حوصلہ افزائی ۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے فتح المغیث کے حوالے سے بتایا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے مدینہ منورہ میں فقہ کے لیے شوریٰ اور اجماع کا ادارہ خاصا منظم کر دیا تھا ۔ اس دور کے فیض یافتہ تابعین میں سے فقہائے سبعہ نے جلد ہی یہ امتیاز حاصل کر لیا کہ ایک طرح سے قانون سازی اپنے ہاتھ میں لے لی تھی ۔ خود قاضی بھی مدینہ منورہ میں اس مجلس ہفت گانہ سے مشورہ لیتے تھے اور اس کے فتوے کے پابند تھے ۔ (۱۱)

امام ابو حنیفہ اور اسلامی قانون سازی

امام ابو حنیفہ یوں تو اپنے زمانہ طالب علمی سے ہی یہ رجحان رکھتے تھے کہ فقہاء کو متوقع پیش آمدہ مسائل کے لیے پہلے سے تحقیق کرنی چاہیے ' چنانچہ قتادہ سے ان سے کی گفتگو ۱۱۸ھ/۷۳۶ء سے قبل کی ہے جب وہ ابھی تک خود مسند درس وافتا پر نہیں بیٹھے تھے (۱۲) جس میں انہوں نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ جب واقعہ پیش آجائے اور فوری طور پر حل بتانا ہو تو عین ممکن ہے کہ مسئلہ کے تمام پہلو اور اس سے متعلق نصوص وروایات کا استقصاء مشکل ہو جس کی وجہ سے غلطی کا ارتکاب ہو جائے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ '' فقہ تقدیری '' کی تدوین کا خیال ان کے ذہن میں بہت پہلے سے تھا ۔ لیکن اس کے لیے انہوں نے کیا طریق کار اختیار کیا ۔ اس میں یوں تو بہت تفصیلات ہیں لیکن ہم صرف دو پہلوؤں کو زیر بحث لائیں گے :

۱. غیر سرکاری یا آزادانہ قانون سازی
۲. شورائی مذہب کی تدوین

اموی گورنر کی پیش کش اور امام کا جواب

امویوں نے اپنے دور حکومت میں عرب و عجم کے امتیاز کو از سر نو زندہ کیا۔ اموی حکمرانوں کے تعصب کا یہ حال تھا کہ غیر عرب علماء و فقہاء سے فتویٰ لیتے نہ انہیں قاضی مقرر کرتے۔ نتیجۃً فطری طور پر موالی اور غیر عرب اہل رائے بنو امیہ کی حمایت سے دست کش ہو گئے تھے۔ حضرت زید بن علی کی شہادت کے بعد امویوں کے خلاف بڑھتے ہوئے عجمی سیلاب کو روکنے کے لیے ایک شعوری کوشش کی گئی اور وہ یہ کہ عراق جو کہ عجمی تحریکوں کا مرکز تھا ابن ہبیرہ کو اس کا گورنر مقرر کیا گیا۔ ان ہبیرہ نے علماء و فقہاء کا تعاون حاصل کرنے کے لیے ان سے رابطہ کیا اور مختلف اہل علم کو مختلف شعبوں کی سربراہی تفویض کی۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ پرکشش پیش کش امام ابو حنیفہ کو کی گئی، جو یہ تھی :

"گورنر کی مہران کے سپرد کی جائے گی، تاکہ جو حکم نافذ ہو، جو سرکاری مراسلہ جاری ہو اور خزانہ سے جو مال کسی کو دیا جائے وہ سب امام ابو حنیفہ کی نگرانی میں ہو اور ان کے ہاتھ سے نکلے" (۱۳)

گویا امام ابو حنیفہ کو گورنر کے بعد کا درجہ دیا جا رہا تھا اور تمام سکرٹریٹ اور خزانہ ان کے ماتحت کیا جا رہا تھا۔ ابن ابی لیلی، ابن شبرمہ، داؤد بن ابی ہند اور بے شمار دوسرے فقہاء نے طوعاً یا کرھاً وہ عہدے قبول کر لیے جو انہیں پیش کیے گئے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے انکار کر دیا تو ان علماء کا ایک وفد آپ کے پاس آیا اور آکر آپ کو سمجھانے لگا کہ :

"ہم لوگ تمہیں خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، ہم تمہارے بھائی ہیں۔ حکومت نے ہم پر جو ذمہ داری ڈالی ہے، ہم بھی اسے پسند نہیں کرتے لیکن اس وقت اسے قبول کر لینے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے" (۱۴)

امام ابو حنیفہ اگر سرکاری ذرائع سے قانون سازی کے عمل کو مناسب حکمت عملی سمجھتے تو آپ اس نادر موقع کو ہرگز ضائع نہ ہونے دیتے بلکہ حکومت میں اہم منصب پر فائز ہو کر، سرکاری وسائل اور اثر و رسوخ کو استعمال کرتے ہوئے اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لیے راہ ہموار کر سکتے تھے لیکن آپ نے جو جواب دیا اس میں آپ نے واضح کر دیا کہ سرکاری عہدے پر متمکن ہونے کے بعد غیر جانب داری برقرار رکھنا ممکن نہیں جو قانون سازی کا اولیں تقاضا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا :

"یہ ملازمت تو بڑی بات ہے۔ اگر یہ شخص مجھ سے چاہے کہ واسط شہر کی مسجد کے دروازے گن دوں تو میں یہ بھی نہیں کروں گا' میں اس کی یہ خواہش کیسے پوری کر سکتا ہوں کہ وہ کسی کی گردن مارنے کا

حکم دے اور میں اس پر مہر لگا دوں. بخدا میں اس میں اپنے آپ کو شریک نہیں کر سکتا "
ابن ہبیرہ نے آپ کو قید خانے میں ڈال دیا اور اپنا اصرار جاری رکھا. تازیانہ زنی کی تہدید اور قوت واقتدار کی تحریص، کوئی بھی چیز جب امام کے رویے میں لچک نہ پیدا کر سکی تو ابن ہبیرہ نے آپ کو کوڑے لگانے کا حکم دے دیا تو آپ نے فرمایا :
" بخدا میں کوئی عہدہ قبول نہیں کروں گا، موت ایک ہی بار آنی ہے دنیا میں کوڑوں کی مار سہہ لینا روز حشر کے آہنی گرزوں کی مار سہنے سے بدرجہا آسان ہے" (۱۵)

عباسی خلیفہ کی پیش کش اور امام ابو حنیفہ کا جواب

اس کے بعد عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور نے امام ابو حنیفہ کو قضا کی خدمت قبول کرنے پر مجبور کیا تو آپ نے اس کے سامنے بھی دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف بیان کیا :
" عدالت اور انصاف خدا کی ایک امانت ہے، جو بادشاہوں کے سپرد کی جاتی ہے' اس امانت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ایسے آدمی کا تقرر قضا کے فرائض کی بجا آوری کے لیے کیا جائے جس کے دل میں خوف نہ ہو. آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے. اگر خوشی سے بھی اس عہدے کی ذمہ داری میں قبول کروں جب بھی آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے خلاف فیصلہ دینے کا موقع میرے سامنے آ گیا اور مجھے یہ دھمکی دی جائے کہ اس فیصلہ سے ہٹ جاؤ ورنہ دریائے فرات میں غرق کر دیے جاؤ گے. تو میں فرات میں ڈوبنے کو ترجیح دوں گا لیکن فیصلہ بدلنے پر راضی نہیں ہو سکتا اور جب رضامندی سے اس عہدے کو قبول کرنے میں میرا حال یہ ہے تو اس سے اندازہ کیجئے کہ اگر مجھے میری مرضی کے خلاف زبردستی قاضی بنا دیا گیا تو اس وقت غصے کی حالت میں، میں جو کچھ کروں گا وہ ظاہر ہے.

آپ کے ارد گرد ایسے لوگ ہیں جنہیں بطور قاضی ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو آپ کی وجہ سے ان کے وقار کو برقرار رکھیں. قاضی بننے کے لیے ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو آپ کے خلاف بھی فیصلہ کرنے کی ہمت اور جرات اپنے اندر رکھتا ہو. نیز آپ کے خانوادے کے لوگوں اور آپ کے فوجی افسروں کے خلاف بھی فیصلہ صادر کرنے کی اس کے دل میں قوت ہو " (۱۶)

امام ابو حنیفہ کی اس گفتگو سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کسی فرد یا طبقے کو صوابدیدی اختیارات دینے ' خصوصی استحقاق سے نوازنے' بعض قوانین کی تنفیذ سے استثناء دینے کے بارے میں کیا رائے رکھتے تھے.

یہ امر کسی سے مخفی نہیں کہ جب کسی مخصوص گروہ یا طبقے کو قانون سازی کے اختیارات تفویض کیے جاتے ہیں تو وہ سب سے پہلے اپنے طبقے کو خصوصی مراعات دینے کے لیے قانون سازی کرتا ہے اس نوع کی متعدد مثالیں موجود ہیں کہ ملکی قوانین میں بعض طبقوں کو اس نوعیت کا تحفظ فراہم کیا گیا ہے جو بے انصافی اور ظلم کے دروازے کھولتا ہے.

اس حوالے سے امام ابو حنیفہ کا نقطہ نظر بالکل واضح ہے کہ قانون سازی کو حکومتی اثرات سے پاک' طبقاتی اور گروہی گٹھ جوڑ سے مبرا اور ذاتی اغراض و مقادات کے تصور سے ناآشنا ہونا چاہیے.

فقہ حنفی - شورائی مذہب

امام ابو حنیفہ نے تدوین فقہ کے لیے ایک مجلس تشکیل دی جو چالیس افراد پر مشتمل تھی۔ ممکن ہے شورائی فقہ کا نظریہ امام صاحب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طریق کار سے اخذ کیا ہو یا حرمین میں اپنے چھ سالہ قیام کے دوران آپ نے مدینہ کے فقہائے سبعہ کی مجلس سے استفادہ کیا ہو تاہم آپ نے اپنی فقہ کی بنیاد شوری پر رکھی. اور فقہ حنفی کی یہ اہم خصوصیت ہے کہ یہ دوسرے مذاہب فقہیہ کے برعکس فرد واحد کا نتیجہ فکر نہیں بلکہ شورائی مذہب ہے.

موفق مذہب ابی حنیفہ کے بارے میں لکھتے ہیں :

فوضع ابوحنیفة مذہبه شوری بینہم لم یستبدفیه بنفسه دونہم (۱۷)

امام ابو حنیفہ نے اپنے مذہب کی بنیاد شوری پر رکھی اور مجلس شوری کے ارکان سے الگ اپنی انفرادی رائے کو مسلط نہیں کیا.

امام ابو حنیفہ کو تدوین فقہ کے لیے کن کن علوم کے ماہروں کی ضرورت تھی. اس سلسلے میں فقہ اسلامی کے مختلف ابواب و مباحث کو ذہن میں رکھتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا یہ تبصرہ سنیں اور غور کریں کہ یہ کام کس قدر مشکل تھا اور امام ابو حنیفہ نے کتنی کامیابی سے اپنے تلامذہ میں سے ان علوم

میں مہارت تامہ رکھنے والوں کو نہ صرف جمع کیا بلکہ سالہا سال تک ان کی علمی اور مادی سرپرستی کر کے امت محمدیہ کو ایک بے مثال مجموعہ قوانین کا تحفہ دیا۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ لکھتے ہیں :

"ایک اور مشکل یہ تھی کہ فقہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق ہے اور قانون کے ماخذوں میں قانون کے علاوہ لغت، صرف و نحو، تاریخ وغیرہ ہی نہیں حیوانیات، نباتیات، بلکہ کیمیا و طبعیات کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ قبلہ معلوم کرنا جغرافیہ طبعی پر موقوف ہے۔ نماز اور افطار و سحری کے اوقات علم ہیئت وغیرہ کے دقیق مسائل پر مبنی ہیں۔ رمضان کے لیے رؤیت ہلال کو اہمیت ہے اور بادل وغیرہ کی وجہ سے ایک جگہ چاند نظر نہ آئے تو کتنے فاصلے کی رویت اطراف پر موثر ہوگی وغیرہ وغیرہ مسائل کی طرف اشارے سے اندازہ ہوگا کہ نماز، روزہ جیسے خالص عباداتی مسائل میں بھی علوم طبعیہ سے کس طرح قدم قدم پر مدد لینے کی ضرورت ہوتی ہے، کاروبار، تجارت، معاہدات، آبپاشی، صرافہ، بنک کاری وغیرہ وغیرہ کے سلسلے میں قانون سازی میں کتنے علوم کے ماہروں کی ضرورت نہ ہوگی؟ امام ابو حنیفہ ہر علم و فن کے ماہروں کو ہم بزم کرنے اور اسلامی قانون یعنی فقہ کو ان سب کے تعاون سے مرتب و مدون کرنے کی کوشش میں عمر بھر لگے رہے اور بہت کچھ کامیاب ہوئے" (۱۸)

طریقہ بحث

مجلس میں مسائل پر بحث و گفتگو کے طریقے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے موفق لکھتے ہیں :

کان یلقی مسئلة مسئلة یقلبہم و یسمع ما عندہم و یقول ماعندہ ویناظرہم شہرا اواکثرمن ذلک حتی یستقر احد الا قوال فیہا.

ایک ایک مسئلہ کو پیش کرتے، لوگوں کے خیالات کو الٹتے پلٹتے، اراکین مجلس کی آراء اور دلائل سنتے اپنی رائے اور دلائل سے اہل مجلس کو آگاہ کرتے اور ان سے مناظرہ کرتے۔ کبھی ایک ایک مسئلہ پر بحث و مناظرے کا سلسلہ ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ مدت تک چلتا تا آنکہ مسئلے کا کوئی پہلو متعین ہو جاتا۔ (۱۹)

امام ابو حنیفہ نے اپنی مجلس کے اراکین کو بحث و مناظرے کی اس قدر آزادی دی ہوئی تھی کہ وہ بلا جھجک امام کو ٹوک دیتے، اور ایسا انداز اختیار کرتے کہ دیکھنے والوں کو تعجب ہوتا۔ الجرجانی کہتے ہیں کہ میں امام کی مسجد میں حاضر تھا کہ ایک نوجوان نے جو اسی حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا امام سے کوئی سوال کیا، جس کا امام صاحب نے جواب دیا لیکن جوان کو میں نے دیکھا کہ جواب سنتے ہی امام صاحب کو بے تکلفانہ کہنے لگا،

آپ نے غلطی کی. جرجانی کہتے ہیں کہ نوجوان کے اس انداز تخاطب کو دیکھ کر میں تو حیران رہ گیا اور حاضرین کو خطاب کر کے میں نے کہا :

"حیرت کی بات ہے تم اپنے شیخ کا قطعاً لحاظ نہیں کرتے "

جرجانی نے ابھی اپنی بات مکمل نہیں کی تھی کہ امام ابو حنیفہ نے انہیں ٹوک دیا اور کہا :

"انہیں رہنے دو' میں نے خود ان کو اس طرز تکلم کا عادی بنایا ہے (۲۰)

امام ابو حنیفہ نے مشاورت کو با مقصد ، بحث و مناظرے کو آزادانہ اور مجلس وضع قوانین کو بے تکلف بنانے کی شعوری کوشش کی تھی تاکہ ادب آداب اور عقیدت و لحاظ کے باعث قانون سازی میں کسی قسم کا سقم نہ رہ جائے. یہی طرز عمل تھا جس کی وجہ سے وکیع بن الجراح لوگوں سے کہا کرتے تھے :

امام ابو حنیفہ کے کام میں غلطی کیسے رہ سکتی ہے جب کہ ان کے ساتھ ابو یوسف اور زفر ایسے لوگ قیاس واجتہاد کے ماہر یحیی بن ابی زائدہ' حفص بن غیاث اور علی کے بیٹے حبان اور مندل ایسے حفاظ حدیث عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے اور قاسم بن معن ایسے ماہر لغت وادب اور داؤد بن نصیر الطائی اور فضیل بن عیاض ایسے زہد و تقوی کے حامل شریک کار تھے. جس کے رفقاء ہم نشین اس پائے کے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا کیوں کہ غلطی کی صورت میں یہ لوگ اسے حق کی طرف لوٹا دیں گے .(۲۱)

اس کے بعد وکیع نے فقہ حنفی پر اعتراض کرنے والوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا :

" جو لوگ فقہ حنفی پر تنقید کرتے ہیں وہ چوپائے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ (۲۲)

مشہور تذکرہ نگار موفق نے مجلس وضع قوانین کی یوں تصویر کشی کی ہے :

امام ابو حنیفہ جب بیٹھتے تو ان کے ارد گرد اصحاب بیٹھ جاتے جن میں قاسم بن معن عافیہ بن یزید ، داؤد طائی ، زفر بن ہذیل اور انہیں کے مرتبے کے اور لوگ ہوتے. اس کے بعد کسی مسئلے کا ذکر چھیڑا جاتا-

" پہلے امام کے تلامذہ اپنی اپنی معلومات کے لحاظ سے بحث کرتے اور خوب بحث کرتے یہاں تک کہ ان کی آواز بلند ہو جاتی. جب باتیں بہت بڑھ جاتیں تب آخر میں امام اپنی تقریر شروع کرتے امام کی تقریر جس وقت شروع ہوتی لوگ خاموش ہو جاتے اور جب تک امام تقریر فرماتے رہتے مجلس پر سکوت طاری رہتا گویا کوئی اس مجلس میں موجود ہی نہیں ہے حالانکہ بڑے بڑے علماء موجود ہوتے." (۲۳)

امام محمد بن حسن الشیبانی امام کی مجلس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

"ابو حنیفہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے تلامذہ سے مناظرہ کرتے . تلامذہ کبھی تو امام کی بات مان لیتے اور کبھی امام کے دلائل کے مقابلے میں اپنے دلائل پیش کرتے" (۲۴)

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میری موجودگی میں ایک مسئلہ بحث کے لیے پیش ہوا، مسلسل تین دن تک ارکان مجلس اس پر غور و خوض اور بحث و مباحثہ کرتے رہے . (۲۵)

کوفے کے اہل علم امام ابو حنیفہ کے قانون سازی کے اس اچھوتے انداز کو حیرت و استعجاب سے دیکھتے اور پسند کرتے تھے . مشہور محدث اعمش نے اس مجلس کے طریق کار کو بیان کرتے ہوئے کہا :

جب اس مجلس کے سامنے کوئی مسئلہ آتا ہے تو حاضرین اس مسئلے کو اس قدر گردش دیتے ہیں اور الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں کہ بالآخر اس کا حل روشن ہو جاتا ہے . (۲۶)

علی بن مسہر جو اس مجلس کے ایک ممتاز رکن تھے کہتے ہیں کہ ایک روز امام کی مجلس میں چند احادیث زیر بحث آئیں کہ ان کی اسناد کیا ہیں ؟ اتفاق سے مجھے اس کی اسناد معلوم تھیں ، میں نے عرض کیں تو مجھے بہت شاباش دی اور حوصلہ افزائی کی . (۲۷)

امام ابو یوسف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مسئلہ زیر تحقیق ہوتا تو کوفہ کی دوسری علمی مجالس اور محدثین سے بھی مراجعت کی جاتی کہ اس سلسلے میں ان کے پاس کوئی حدیث ہے . ابو یوسف کہتے ہیں مجھے تلاش سے جو احادیث ملتیں میں لے کر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہ بتاتے کہ ان میں سے فلاں حدیث صحیح ہے اور فلاں صحیح نہیں اور ہم نے جو رائے اختیار کی وہ حدیث صحیح کے مطابق ہے . میں پوچھتا کہ آپ کو ان احادیث کا کیسے علم ہوا ؟ تو جواب دیتے کہ کوفہ میں جتنا علم ہے وہ سارا میرے پاس ہے . (۲۸)

مجموعہ قوانین کی ترتیب

امام ابو حنیفہ نے مجموعہ قوانین کی تدوین کے لیے جو ترتیب مقرر کی آج تک فقہ کی کتب اسی ترتیب سے مدون کی جارہی ہیں . آپ نے تدوین کا آغاز مسائل طہارت سے کیا اور اس کے بعد عبادات کے ابواب مدون کرائے . پہلے پہل آپ نے نماز کے احکام ایک رسالے میں جمع کرائے اور اس کا نام کتاب العروس رکھا . اس رسالے کی مقبولیت سے حوصلہ پا کر آپ نے مزید ابواب پر کام جاری رکھا . فقہ

کے اس حصہ کی تدوین میں آپ نے ارکان مجلس پر یہ اصول واضح کر دیا تھا کہ قیاس ہر چیز میں نہیں چلتا. قیاس صرف ان چیزوں میں چلتا ہے جن کا رائے سے ادراک ہو سکتا ہے. قیاس کسی طرح ارکان دین کے ثابت کرنے میں اور اسباب و علل میں نہیں چلتا بلکہ صرف احکام کے ثبوت کے لیے چلتا ہے. (۳۰)

امام ابو حنیفہ کا امام باقر سے جو مشہور مکالمہ ہوا جس میں امام باقر نے آپ سے شکایت کی تھی کہ آپ نے احادیث کے مقابلے میں قیاس کرنا شروع کر دیا تھا. آپ نے مثالوں سے بتایا کہ آپ ہر گز امور تعبدیہ میں قیاس کی دراندازی کو جائز قرار نہیں دیتے.

عبادات کے ابواب کی تدوین کے بعد آپ نے معاملات کے ابواب رکھے اور آخر میں وصیت اور میراث وغیرہ کے.

مجموعہ قوانین میں مسائل کی تعداد

آپ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد کیا تھی؟

خوارزمی نے بیان کیا ہے کہ آپ نے تراسی ہزار مسئلے وضع کیے جن میں سے اڑتیں ہزار کا تعلق عبادات سے تھا اور باقی کا معاملات سے.

لیکن یہ تعداد کسی ایک وقت کی ہے کیوں کہ وضع قوانین کا عمل مسلسل جاری رہا اور ان کتابوں میں جو وضع قوانین کے مجموعوں کے طور پر مدون ہو رہی تھیں مسلسل داخلی اضافے بھی ہوتے رہے -

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں :

میں نے ابو حنیفہ کی کتابیں ایک سے زیادہ دفعہ نقل کی ہیں ان کتابوں میں اضافے ہوتے رہتے تھے تو ان کو بھی لکھنا پڑتا تھا. (۳۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی باب (جسے فقہی کتب میں کتاب کے لفظ سے معنون کیا جاتا ہے جیسے کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ وغیرہ) کی تکمیل کرنے کے بعد اس کا کام بند نہیں کر دیا جاتا تھا اور ان تالیفات میں جو وقتاً فوقتاً اضافے ہوتے ان کی وجہ سے نئی نقول تیار کرنا پڑتی تھیں.

امام ابو حنیفہ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک، امام صاحب کی مجلس کے ایک اہم رکن امام زفر سے عاریۃً ان کی کتابیں لے کر نقل کیا کرتے تھے

موفق نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے وضع کردہ مسائل کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی جن میں صرف ، نحو اور حساب کی ایسی دقیق تحقیقات سے مسائل فقہیہ کے استنباط میں استفادہ کیا گیا تھا کہ ان کے استخراج سے عربی زبان اور علم جبر و مقابلہ کے ماہرین کے بھی چھکے چھوٹ جائیں ۔ (۳۳)

قلائدعقود العقیان کے مصنف نے تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار اور کردری نے چھ لاکھ بتائی ۔

مولانا مناظر احسن گیلانی کا خیال یہ ہے کہ اگر ان روایات کو مبالغہ آمیز بھی قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ امام کے وضع کردہ اصول و کلیات سے بعد میں فقہاء نے جن مسائل کا استنباط کیا ان کی تعداد لاکھوں میں ہے ۔ چونکہ ان کی بنیاد امام کے کلیات پر قائم تھی اس لیے انہیں بھی امام کی طرف منسوب کر دیا گیا ۔ (۳۴)

بہر حال اگر اسی روایت کو درست مان لیا جائے کہ آپ نے تراسی ہزار مسائل کا مجموعہ تیار کروایا تو بھی یہ اتنا بڑا کام ہے کہ جو اللہ کی طرف سے خصوصی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ۔

اس پر مستزاد یہ کہ امام ابو حنیفہ کے سامنے کوئی نمونہ نہیں تھا جس سے آپ نے کلی یا جزئی طور پر استفادہ کیا ہو ۔ آپ نے صرف تدوین فقہ کے اس اسلوب کے بانی ہیں جس پر بعد میں تمام مجتہدین نے اپنی اپنی فقہ مدون کی بلکہ بعض مباحث ایسی ہیں کہ جن پر آپ سے پہلے کسی نے مستقل بحث نہیں کی تھی ۔ مثلاً امام ابو حنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط وضع کیں ۔ ان سے پہلے اس موضوع پر کسی کی کوئی مستقل تحریر نہیں تھی ۔ (۳۵)

قانون بین الممالک جو تاریخ کا حصہ سمجھا جاتا تھا اس کو تاریخ سے الگ کر کے مستقل فقہی چیز قرار دی اور کتاب السیر مرتب کی جس میں صلح اور جنگ کے قوانین مدون کیے اس موضوع کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ یہ اسی وقت معاصرانہ مباحث کا موضوع بن گیا ۔ امام اوزاعی نے اس کی تردید لکھی ۔ امام ابو یوسف نے اوزاعی کے جواب میں رسالہ لکھا ۔ پھر امام صاحب کے دوسرے شاگرد امام محمد نے پہلے سیر صغیر اور پھر سیر کبیر لکھی ۔ موخر الذکر کتاب اتنی ضخیم تھی کہ ایک گاڑی میں ڈال کر لے جائی گئی تاکہ ہارون الرشید کو تحفے میں پیش کی جائے ۔

امام ابو حنیفہ کی نگرانی میں جو مجموعہ قوانین مرتب ہو رہا تھا اسے تحریر کرنے کی ذمہ داری غالبا امام ابو یوسف کی تھی جسے بعد میں امام محمد نے مزید منقح کیا ۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ وہ امام زفر سے کتب ابی حنیفہ کے جدید ایڈیشن حاصل کر کے ان کی نقل تیار کرتے تھے ۔

امام ابو حنیفہ کی زندگی میں ہی ان کے مدرسہ قانون کے تیار کردہ مجموعہ کو وہ حسن قبول حاصل ہوا کہ جو لوگ حضرت امام سے معاصرانہ چشمک رکھتے تھے یا آپ سے ہمسری کے مدعی تھے وہ بھی اس کوشش میں رہتے کہ کسی طرح اس مجموعہ قوانین تک رسائی ہو سکے۔ علامہ شبلی عقود الجمان کے حوالے سے لکھتے ہیں :

"زائدہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان ثوری کے سرہانے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کر رہے تھے ان سے اجازت لے کر میں اس کو دیکھنے لگا تو ابو حنیفہ کی کتاب الرہن نکلی۔ میں نے تعجب سے پوچھا 'آپ ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھتے ہیں، بولے کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس ہوتیں" (۳۶)

بقائے اصلح کی جہد

امام ابو حنیفہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ مجلس تدوین فقہ کی تشکیل سے ایک مجموعہ قوانین مدون کر دیا ہو بلکہ آپ نے ایک طرف خلفاء کو احساس دلایا کہ تم عدالتی فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہو' تمہارے درباری عدالتوں سے ناجائز توقعات وابستہ رکھتے ہیں، تم مسلمانوں کے بیت المال میں ناجائز تصرفات کرتے ہو اور اسے غلط بخششوں کی بھینٹ چڑھاتے ہو جب کہ تمہارے اختیارات اللہ کی امانت ہیں دوسری طرف امام ابو حنفیہ قضاۃ کے غلط فیصلوں پر کھلم کھلا تنقید کرتے تھے
موفق لکھتے ہیں :

"امام ابو حنیفہ ابن ابی لیلی کے مسائل اور فیصلوں میں ہمیشہ غلطیاں نکالتے رہتے تھے اور لوگوں پر ان کی غلطیاں واضح کرتے تھے" (۳۷)

امام ابو حنیفہ کے تذکرہ نگاروں نے امام صاحب کے عدالتی فیصلوں پر تنقید کے متعدد واقعات تفصیل سے قلم بند کیے ہیں۔ ان واقعات سے جہاں توہین عدالت کے بارے میں امام ابو حنیفہ کا نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے وہاں یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ قاضیوں کی کارکردگی، عدالتوں کے طریق کار اور مقدمات کے فیصلوں پر بھرپور تنقید کر کے درحقیقت ایک ایسی فضا تیار کر رہے تھے جہاں پر کہ وہ مہ کو احساس ہو کہ موجودہ نظام عدالت اسلامی معاشرے کی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے نہ اسلام کے تصور عدل و امانت سے مطابقت رکھتا ہے اس لیے اسے تبدیل کرنا ضروری ہے۔

فقہ حنفی کی مقبولیت

اوپر ہم بتا چکے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے علم و تفقہ، اثر و رسوخ اور تدوین فقہ کی وجہ سے عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور نے آپ کو آخری حد تک مجبور کیا کہ آپ قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کر لیں۔ اس پیش کش سے امام صاحب ایسے زیرک و دانا آدمی کے لیے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ جس کام کا آپ نے آغاز کیا تھا اور جس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے ہر طرح کی سختیاں برداشت کی تھیں اب اس کی تکمیل کا وقت آگیا ہے اور حکومت کو بھی احساس ہو گیا ہے کہ اب ایک ایسے منظم عدالتی نظام کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کو جان و مال کے تحفظ کی ضمانت فراہم کرے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کی طرف صرف امام ابو حنیفہ نے توجہ کی تھی کہ آپ نے ایک طرف مجموعہ قوانین مدون کر دیا اور دوسری طرف عدالتی نظام چلانے کے لیے افراد کی تربیت کر کے انہیں ملکی نظام چلانے کے لیے تیار کر دیا تھا۔

امام ابو حنیفہ نے انتہائی اصرار کے باوجود سختیاں برداشت کر لیں لیکن خود کوئی منصب قبول نہیں کیا مبادا کوئی یہ نہ کہے کہ یہ ساری جد و جہد اسلامی نظام عدل کی بالاتری کے بجائے ذاتی اقتدار کے حصول کی خاطر تھی۔ خدانخواستہ امام اگر مصائب سے گھبرا کر یا کسی سبب سے عہدہ قضا قبول کر لیتے تو فقہ حنفی کو جو اعتماد و اعتبار بعد کے دور میں حاصل ہوا وہ نہ ہو پاتا۔

امام ابو حنیفہ نے حالات کا نہ صرف گہری نظر سے مطالعہ کر کے بلکہ خود بیچ منجدھار حالات کے تھپیڑے کھا کر ثابت قدم رہتے ہوئے یہ بھانپ لیا تھا کہ وقت آ گیا ہے کہ حکومت نظام عدل و قضا ان کی فقہ اور ان کے تلامذہ کے سپرد کر دے۔

امام نے فیصلہ کیا کہ مستقبل کی عدلیہ کو اکٹھا کر کے انہیں رہنما اصول دے دیے جائیں۔ چنانچہ آپ نے اطراف و اکناف سے اپنے شاگردوں کو کوفہ آنے کی دعوت دی۔ معجم المصنفین کے الفاظ میں :

" امام ابو حنیفہ کوفہ کی جامع مسجد کی ایک مجلس میں بیٹھے، آپ کے ارد گرد ایک ہزار شاگردوں کا اجتماع تھا، جن میں سے چالیس آدمی ایسے تھے جو اجتہاد کے مرتبے تک پہنچ چکے تھے پس امام نے ان کو اپنے قریب ہونے کا حکم دیا اور بلند آواز سے ان سے خطاب کیا " ۔

امام صاحب نے فرمایا :

" تم لوگ میرے دل کی مسرتوں کا سرمایہ ہو اور میرے غم و اندوہ کے ازالہ کی ضمانت۔ میں

تم لوگوں کے لیے فقہ کی زین کس کر تیار کر چکا ہوں، تمہارے لیے اس کے منہ پر لگام بھی چڑھا چکا ہوں. اب تم جس وقت چاہو. اس پر سوار ہو سکتے ہو- میں نے ایسے حالات پیدا کر دیے ہیں کہ لوگ تمہارے ایک ایک لفظ کی تلاش کریں گے. میں نے تمہارے لیے گردنوں کو جھکا دیا ہے.

پھر ان خاص چالیس حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اب وقت آگیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں. آپ میں سے ہر فرد عہدہ قضا کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور دس حضرات تو ایسے ہیں کہ صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قضاۃ کی تربیت اور ٹریننگ کا کام کر سکتے ہیں.

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر اور جس علم کے آپ حاملین ہیں اس کی عظمت و جلالت کا احساس دلاتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ اس علم کو محکومی کی ذلت سے بچائے رکھنا' تم میں سے اگر کوئی قضا کا عہدہ قبول کرنے پر مجبور ہوا تو یاد رکھیں کہ اپنے فیصلوں میں اگر کسی کمزوری کا ارتکاب کریں گے، خواہ وہ خلق خدا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو، ایسے قاضی کا فیصلہ جائز نہیں ہوگا اس کی ملازمت حلال ہوگی نہ اس کی تنخواہ پاک قرار پائے گی.

قضا کا عہدہ اسی وقت صحیح اور درست رہتا ہے جب تک قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو. اسی قضا کی تنخواہ حلال ہے.

اگر تم میں سے کسی کو قضا کی ذمہ داری قبول کرنا پڑی تو میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ مخلوق خدا کے اور اپنے درمیان کوئی رکاوٹ، چوکیدار، حاجب، دربان حائل نہ ہونے دے. پانچوں وقت کی نماز شہر کی جامع مسجد میں ادا کرے. ہر نماز کے وقت اعلان کرائے کہ کسی شخص نے کوئی ضرورت پیش کرنی ہو تو پیش کرے. عشاء کی نماز کے بعد خصوصیت سے تین بار بلند آواز سے اس اعلان کا اعادہ کرائے اور اس کے بعد گھر جائے.

اگر بیماری وغیرہ کے باعث قضا کا کام نہ کر سکا ہو تو اتنے دن کا حساب کر کے تنخواہ کٹوا دے.

اگر مسلمانوں کا امیر مخلوق خدا میں سے کسی کے ساتھ زیادتی کرے تو امیر سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے"(٣٨)

امام ابو حنیفہ کے اس خطاب کے ایک ایک لفظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آپ کا اس دور کا خطاب ہے جب آپ تدوین فقہ اور تربیت تلامذہ کا کام مکمل کر چکے تھے اور آپ دیکھ رہے تھے کہ حکومت وقت

کے پاس اب کوئی چارہ کار نہیں کہ اس مجموعہ قوانین کو اس جماعت کے ذریعے نافذ کرنے کا اہتمام کرے جو آپ نے تیار کر دی ہے۔

البتہ اس ساری صورت حال سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ فقہ حنفی کی ترویج کی راہ کی ساری رکاوٹیں دور ہو گئی تھیں اور یکایک آپ کی فقہ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی۔ فقہ حنفی کا نفاذ مستبد حکمرانوں کے لیے پیام اجل تھا۔ وہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ آیت حرابہ سے صرف ڈاکو مراد لیے جائیں اور حکومتوں کے سیاسی مخالفین کو تہ تیغ کرنے کی سند ان کے ہاتھ سے نکل جائے (۳۹)

اوپر ہم نے ذکر کیا تھا کہ ابو جعفر المنصور اور ہارون رشید نے مقدور بھر کوشش کی کہ فقہ حنفی کے مقابلے میں فقہ مالکی، فقہ ثوری یا فقہ ابن عیینہ کو مملکت کا دستور بنائیں اور ایک دو نہیں پورے بیس سال اس کوشش میں صرف ہوئے لیکن آخر کار ہارون الرشید کو ہر طرف سے مایوس ہو کر یہ تاریخی فیصلہ کرنا پڑا کہ قضا کا صیغہ امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے سپرد کر دیا جائے۔

امام ابو حنیفہ کی ان کاوشوں کے نتائج تھے کہ وہ خلفاء جن کی زبان کے سب سے پسندیدہ الفاظ السیف و النطع (تلوار اور چمڑے کا وہ فرش جس پر بٹھا کر قتل کیا جاتا تھا تاکہ خون پھیلنے سے آلودگی نہ ہو) تھے وہ رعیت کے معمولی افراد کے ساتھ عدالت کے کٹہرے میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ اور قاضی ابو یوسف کی عدالت میں ہارون رشید ایک بوڑھے کسان کے دعوے کے جواب میں قسم کھا کر اپنی صداقت پیش کرنے پر مجبور ہے۔(۴۰)

ہماری اس گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ وہ تمام افراد، ادارے، جماعتیں اور گروہ جو اسلامی قانون سازی کے خواہاں اور اسلامی نظام عدل و قضا کے لیے مخلص ہیں وہ حکومتوں سے اسلامی قانون سازی کے مطالبے کرنے کے بجائے اپنے حصے کا کام کرنے کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ وہ مجالس قانون جن کے ارکان کی اکثریت ناظرہ قرآن حکیم نہیں پڑھ سکتی ان سے اسلامی قانون سازی کی توقع عبث ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ ان اداروں نے بالعموم اپنے مفادات کے لیے قانون سازی کی اور جب اسلامی قانون سازی میں ہاتھ ڈالا تو قرآن حکیم کی صریح نصوص کے خلاف قوانین بنا دیے اس کا حل یہ نہیں کہ ان لوگوں سے اسلامی قوانین سازی کا مطالبہ کیا جائے جو خود اسلام کی اساسیات سے نابلد ہیں یا ان اداروں سے جن میں الا ماشاء اللہ بیشتر تقرریاں سیاسی وجوہات کی بنا پر ہوتی ہیں اور پھر اگر وہ کوئی کام کرتے بھی ہیں تو وہ قانون ساز مجالس میں بار نہیں پاتا۔

اسلامی قانون سازی کا کام اسی طریقے سے ہوگا جو امام ابو حنیفہ نے اختیار کیا۔ اور اس کی تدوین جدید اور قضاۃ کی تربیت کے لیے تاریخ پھر کسی ابو حنیفہ کو پکار رہی ہے۔

حواشی و تعلیقات

۱. ابن سعد ' طبقات ' لائیڈن ' ۲ : ۱۳۴

۲. محمد کرد علی ' رسائل البلغاء (ابن المقفع ، رسالة فی الصحابه) القاہرہ ۱۹۴۶ ، ۱۲۶

۳. الشعرانی ، عبد الوہاب ، الامام ، المیزان الکبری (اردو ترجمه ، مولانا محمد حیات سنبھلی) کراچی . ۱۴۱۰ ' ۱ : ۱۳۱.

۴. طاش کبری زاده ، مفتاح السعاده ، حیدر آباد دکن ۱۳۲۹ ' ۲ : ۸۸

۵. فتاوی عالمگیریه چھ جلدوں میں طبع ہوا ہے اور عام دستیاب ہے .

۶. مجله کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں ، تفصیلات کے لیے دیکھیے : صبحی محمصانی ، فلسفه شریعت اسلام (اردو ترجمه) لاہور ۱۹۷۵ ' ۹۱-۱۰۱

۷. القرآن ، النساء ۴ : ۸۳

۸. ایضا ، آل عمران ۳:۱۵۹

۹. ایضا ، الشوری ۴۲:۳۸

۱۰. ابو یوسف ، القاضی ، کتاب الخراج ، بولاق ۱۳۰۲ ، ۱۴- ۱۵

۱۱. محمد حمیداللہ ، امام ابو حنیفه کی تدوین قانون اسلامی ، کراچی ۱۹۶۵ ، ۲۵-۲۶

۱۲. تفصیلات کے لیے دیکھیے : کردری ، ابن البزاز ، محمد بن احمد ، مناقب الامام الاعظم ، کوئٹه ۱۴۰۷ ، ۱ : ۱۵۸

۱۳. محمود حسن ٹونکی ، معجم المصنفین ، بیروت ۱۳۴۴ ، ۲ : ۱۷۷

۱۴. موفق مکی ، مناقب الامام الاعظم ، کوئٹه ۱۴۰۷ ، ۲ : ۲۴

۱۵. ایضا ' ۲ : ۲۲